Habib Ali ①

بسم الرحمن الرحيم

السلام علیکم ورحمة الله۔

الحمد الله الذي جعلنا ممن اختاره للاإله الله في هذا الزمان المبارك.

تمام تعریف اس خدائے پاک کی جس نے ہم کو کلمہ گو لوگوں میں سے بنایا اس مبارک زمانہ میں؛ یہاں میں مبارک زمانہ کہہ رہا ہوں کیونکہ زمانہ کی برکت مبنی ہوتی ہے اس کیفیت پر جس کو الله تعالی مؤمن قلب پر منکشف کرتا ھے۔

الله کے رسول صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول ہوگا اور وہ میری امتیوں میں سے ایسے لوگوں کو پائیں گے جو انکے حوارین کی طرح ہوں گے یعنی وہ لوگ نہایت صدق و اخلاص اور ایمان و یقین کے ساتھ انکی مدد کریں گے جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام کے حوارین ان کی مدد کرتے تھے۔

یہ بڑی سعادت کا موقع ہے اور جو ہمارے زمانہ کی برکت کیلئے کافی ہے کہ اس کی ابتدا حضرت محمد صلی الله علیہ وسلم سے ہوئی۔ حضرت محمد صلی الله علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں اور قیامت ایک ساتھ آئے ہیں۔

ہمارے لئے اس زمانہ میں نہایت عظیم موقع ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ موقع ہمارے اسلاف کو بھی نصیب نہیں ہوا، لیکن افسوس یہ ھیکہ ہم اس موقع سے غافل ہیں۔

وہ موقع یہ ہے کہ پوری دنیا اس وقت جس قدر اسلام کے حقائق کی تلاش میں ہے کبھی نہیں رہی، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ دلچسپی منفی پہلو کی تلاش میں زیادہ ہے جبکہ اس دلچسپی کا ایک بڑا حصہ غیر متوازی طور پر منظر عام پر آرہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سارا عالم آپ کی طرف ہمہ تن گوش ہے، لہذا جو کچھ کہو اور جو کچھ کرو اس پر ہوشیار رہو کیونکہ ہم رسالت نبوت اور امن و امان کے پیغامبر ہیں، اور ہم کو یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ آج اسلام کو مسائل درپیش ہیں۔

اسلام الله کا دین ہے اور یہ ہر انسان کی ضرورت ہے کہ وہ اس کو اختیار کرے لیکن آج ہم پر الزامات عائد کیے جارہے ہیں۔

یہاں پر وہ الزام مراد ہے جو اس قسم کی تہمتوں سے ماوراء ہے جس سے آج کا میڈیا بھرا پڑا ہے اور اصل الزام یہ ہے جس سے ہم کو ڈرنا چاہئے کہ الله کے دین کو ہم نے اچھی طرح سے اس کی مخلوق تک نہیں پہونچایا ہے، اور آج ہم سے مطالبہ ہے کہ ہم اس سلسلے میں کوئی اہم رول ادا کریں۔

یہاں پر آج میں تمام حاضرین سے یہ چاہوں گا کہ اس بات کو محسوس کریں کہ آج ایسے خراب حالات میں ہم پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جسے ہم کو فراموش نہیں

Abid Mahmood Qureshi
Director

کرنا چاہئے، کیونکہ جب جب حالات خراب ہوتے ہیں اور زمانہ کی گردش تیز ہوتی ہے تو یہ حالات ہمارے لئے ایک سرزنش بن جاتے ہیں اور ہماری ذمہ داریوں کو یاد دلاتے ہے، حتی کہ اگر کوئی تکلیف ہم کو پہونچتی ہے تو وہ ہم سے کہتی ہے کہ میں اس بات کا انتقام لے رہی ہوں کہ تم نے اپنی ذمہ داری کو ادا نہیں کیا ہے جبکہ تمہارے پاس ایک عظیم جوہر اور نہایت اہم چیز ہے، اس کو ہم تک کیوں نہیں پہونچایا.

آج کا یہ زمانہ خاص طور سے اس ملک کی سرزمین پر اسکے شرق و غرب میں اس بات کے لئے مہمیز کے مانند ہے کہ تم پر ذمہ داریاں ہیں اور اصل ذمہ داری اور فریضہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی میں اللہ تعالی کی عبادت اور اس کی پرستش کریں کیونکہ اللہ تعالی نے ہم کو اسی مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور ایک مزید ذمہ داری دی ہے جو اس سرزمین کی امارت و خلافت ہے یعنی اللہ تعالی نے ہم کو دنیا میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے لہذا ہمارے لئے یہ ضروری ہیکہ ہم نہایت سنجیدہ اور ذمہ داری والی زندگی گذاریں۔

ہم کو یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ بحیثیت ایک امت ہم پر کچھ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ہم اس ذمہ داری کو اس وقت تک بخوبی انجام نہیں دے سکتے جب تک کہ ان تمام اوصاف سے متصف نہ ہوجائیں جسکو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے، ارشاد ربانی ھی (وكذلك جعلناكم امة وسطا لتكون شهداء على الناس): ترجمہ : ہم نے تم کو ایک متوازن اور عدل و انصاف والی قوم بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو.

پس ہم کو سمجھ لینا چاہئے کہ ہم ایک متوازن اورعدل وانصاف والی قوم ہیں اگر ہم نے اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا کہ ہم معتدل اور عدل و انصاف والی قوم بن جائیں تو اس امت کیلئے بہت مشکل ہوگا کہ وہ اپنے فریضہ اور ذمہ داری کو کماحقہ ادا کر سکے، لھذا آج ہم اس شب میں اعتدال اورعدل و انصاف پر ہی گفتگو کریں۔

لوگ سوال کرتے ہیں کیا بات ہے کہ آج کل لفظ اعتدال اکثر موضوع بحث ہوتا ہے، کبھی کچھ واقعات پیش آجاتے ہیں تو خاص طور پر اعتدال و میانہ روی، اخلاق و عادات اور اسلام کی خوبیوں کی باتیں زیادہ کی جاتی ہیں، یہ ایک جائز سوال ہے، اور حق بجانب ہے کہ اس طرح کے سوالات آپکے ذھن میں پیدا ہوں، لیکن اس کا جواب کیا ہوگا؟ اس کا جواب دو سوالوں کے ذریعہ پیش کیا جاسکتا ہے۔

پہلا سوال یہ کہ کیا ہم واقعی ان تمام اوصاف کے حامل ہیں جن کا تذکرہ اللہ تبارک و تعالی نے اپنے کلام میں بحیثیت ایک متوازن اور حق پسند قوم کے کیا ہے؟ اگر جواب مثبت ہے یعنی کہ "ہاں" تو دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج ہم ایک متوازن اور حق پسند قوم ہیں؟

کیا آج ہم ایک معتدل اور حق پسند قوم ہیں ہم سے یہ سوال کیا جارہا ہے کہ کیا آج ہم راہ اعتدال اور حق پر گامزن قوم ہیں؟ کیا ہم اسلام کے اس اعتدال والے احکام پر عمل پیرا ہیں جو ہم کو اس کا اہل بناتا ہے کہ ہم لوگوں پر گواہ بن سکیں.

آپ سے یہ سوال ہے۔

Abid Mahmood Qureshi
Director
Translation City

کیا ہم اس اعتدال اور حق کے حامل ہیں جس کو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔

بتاؤ، کیوں نہیں! اور اگر ہاں تو کیوں ہاں.

ضرورت اس بات کی ہے کہ آج اعتدال و میانہ روی اور حق پسندی پر ہی گفتگو کی جائے۔

سب سے پہلے نہایت سنجیدہ سوال یہ ہے کہ وسطیت یعنی اعتدال اور حق پسندی کیا ہے؟

ہم عربی زبان کے الفاظ سے ہی کچھ دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

الوسط : کئی معانی پراس کا اطلاق ہوتا ہے، عربی زبان میں اس کے معانی ہیں ایسی چیز جو درمیان میں ہو اور چاروں طرف سے گھری ہو۔

اسی طرح عرب لفظ توسیط سے مراد لیتے ہیں کسی چیز کو دو حصوں میں تقسیم کرنا لہذا اگر ہم اپنے آپکو امت وسط کہتے ہیں تو ہم اس اصطلاح کے حساب سے دو جماعت کرسکتے ہیں ایک وہ جو اہل خیر ہیں دوسرے وہ جو اہل شر ہیں۔ تو کیا خیر شر پر غالب آئیگا اور رحم و کرم فساد و سنگدلی پر اور انصاف ظلم پر اور اچھائی برائی پر یا اس کے برعکس کچھ اور جو غالب آئیگا اس پر جس پر ہم معاملہ کرتے ہیں۔

وسط کا ایک دوسرا لغوی معنی یہ ھیکہ وہ چیز جو چاروں طرف سے گھری ہو اور اس معنی کے تعلق سے امام نسفی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے، ارشاد ربانی ہے (وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکون شہداء علی الناس) یعنی کہ فساد تمکو جلد لاحق نہ ہو اور یہ فساد ایسی خرابی ہے جو کسی چیز کو لاحق ہوتی ہے تو کناروں سے شروع ہوکر اس کے وسط یعنی درمیان میں پہونچ جاتی ہے۔

لہذا آپ لوگوں نے دین اسلام سے اپنی وابستگی کی بناء پر اس وصف کو اختیار کیا تو زمین پر فساد کیسے پھیل سکتا ہے اور لوگ کس طرح اپنے اخلاق اور اعلی اقدار کو ترک کرسکتے ہیں۔

صاحب مختار نے بھی توسیط کے معنی کا تذکرہ کیا ہے اور اس سے مراد کسی چیز کا درمیان اور وسط ہوتا ہے۔

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں بھی اس لفظ پر بحث کی ہے اور اشارہ کیا ہے ان آیات سے جن میں قبلہ اول بیت المقدس کی جگہ کعبہ کو قبلہ بنا لینے کا حکم آیا ہے، کیونکہ کعبہ دنیا کے بیچ و بیچ میں واقع ہے لہذا یہ تبدیلی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہم بھی اپنی زندگی میں اعتدال و میانہ روی اختیار کریں۔

لفظ وسط کے بعض معانی ہیں اور اہل زبان کا کہنا ہے کہ توسط وسط توسیط سب کی اصل ایک ہے وہ ہے وسط۔

جبکہ بعض کا قول ہے کہ توسط کے معنی وساطہ سے ماخوذ ہیں یعنی کہ واسطہ۔

Abid Mahmood Qureshi
Director
مدینۃ الترجمۃ
Translation City

عابد محمود قریشی
۱۸ اکتوبر ۲۰۰۹
لاہور

(4)

امام طبری نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے لعلّ اللہ {جعلناکم امۃ وسطا} یعنی قوموں اور نبی کے درمیان واسطہ باین طور کہ تم لوگوں نے نبوت کے نور کو ان قوموں تک پہونچایا کہ نہیں جن تک نور نبوت نہیں پہونچ سکا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ امت وسط یعنی کہ واسطہ ہو۔

یہ غور کرنے کا مقام کہ کیا آج نبی اور قوموں کے درمیان ہم واسطہ کا کام انجام دے رہے ہیں یا کہ نبی اور قوموں کے درمیان رکاوٹ بن گئے ہیں۔

توسط کے معنی عدل کے بھی ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے ہے {اوسطھم} مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد اقصدھم الی الحق یعنی کہ حق سے قریب اور حق کو حاصل کرنے میں کامیاب ہونا ہے لہذا یہ حقیقت واضح ہورہی کہ وہ وسطیت یعنی حق و اعتدال کے معنی ہیں کہ قوم اس قوم کی طرح ہوجائے جسکو حق کی تلاش ہے نہ کہ اس قوم کی طرح جسکو خواہشات اور نفس پرستی کے موقع کی تلاش ہے۔

اہل عرب وسط سے ایک معنی عدل بھی مراد لیتے ہیں لہذا جو لوگ اپنے حق میں اور اہل خانہ و خاندان، پڑوسیوں، اعزاء و اقارب حتی کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی عدل سے کام نہیں لیتے ہیں وہ امت وسط میں شمار نہیں ہوں گے۔

وسط کی ایک معنی وہ چیز مراد ہیں جو اچھی اور خراب کے درمیان کی ہو۔

اہل عرب کے یہاں جو چیز وسط سے زیادہ مطلوب ہوتی ہے وہ دو نہایت خراب چیزوں میں سے ایک تیسری اور اچھی چیز ہے مثلا اسراف یہ بری چیز ہے اور بخل یہ بھی خراب ہے جبکہ تیسری چیز ان کے درمیان سخاوت ہے، اسی طرح خوف و بزدلی ہے جبکہ دونوں ہی خراب چیز ہیں اور ان کے درمیان کی تیسری چیز شجاعت ہے جو اچھی ہے۔

وسط کے ایک معنی ہے موجود اچھی چیزوں میں سے سب سے افضل چیز جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہیرا جو کہ ہار کے درمیان ہوتا ہے اور وہ ہار کی سب سے اچھی اور قیمتی چیز ہوتی ہے۔

اب آخیر میں صرف ایک حکیمانہ معنی اور بیان کروں گا تاکہ ایسا نہ ہو کہ آج کی تقریر لغوی بحث کی نظر ہوکر رہ جائے وہ یہ ہے کہ لفظ وسط وسطی کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ وسطی انگلی لہذا اگر اللہ تعالی کی خلقت میں اسکی حکمتوں پر غور کیا جائے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وسطی انگلی سب سے طویل انگلی ہے اس معنی کی مناسبت سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اعتدال و میانہ روی اور عدل و انصاف کرنے والے لوگ ہی ایسے لوگ ہیں جو دنیا کی قیادت اور اسکی اصلاح کیلئے سب سے اعلی و افضل ہیں۔

جب ہم غور کرتے ہیں اس مختلف المعانی اور امت وسط پر دلالت کرنے والے لفظ پر جو کہ وسط ہے تو یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ اعتدال و میانہ روی اور حق پسندی کا طریقہ اور منہج ایسی چیز ہے جو مختلف اور متعدد چیزوں اور افکار و خیالات کو قبول کرنے والا ہے اسی طرح یہ لفظ مختلف فرائض اور ذمہ داری کو بھی قبول کرتا ہے لہذا امت مسلمہ کو اس لفظ سے منسوب کردیا گیا ہے۔

Abid Mahmood Qureshi
Director
مدینۃ الترجمۃ
Translation City

اعتدال و حق پسندی کی گہرائی و گیرائی کا جہاں تک تعلق ہے، تو ہمیں سمجھ لینا چاہئے یہ ایسا عظیم باب ہے جس سے دو چیزیں نکلتی ہیں، نمبر ایک عقیدہ نمبر دویقین دل جسکی آماجگاہ ہے جس سے انسان کی فہم اور اعتقاد وابسطہ ہیں ۔

چونکہ عقیدہ اہم ہے اس لئے سب سے پہلے ہمارے سامنے عقیدہ کا واضح ہوجانا ضروری ہے، اس سلسلے میں جب ہم غور کرتے ہیں کہ سب سے پہلے شدت پسندی کا مظاہرہ مسلمانوں کے یہاں کب ہوا،ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیش آیا تھا تاکہ آپ امت کے سامنے شدت پسندی کے موقف کو مسترد کر دیں اور یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے کوچ کرنے سے پہلے ہی ان لوگ کے ساتھ پیش آیا جو اخلاق و عبادات کے اصلی مظہر تھے اور جنھوں نے اپنے شب وروز کو صوم و صلاۃ سے آباد رکھا، جنگ و جدال میں اپنی قربانیاں پیش کیں، لیکن شدت ان سے بھی ظاہر ہوئی اور اس کو ثواب سمجھا اور انکار کو غلط سمجھا، یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تقسیم کررہے تھے اور ان میں سے کسی شخص نے کہا کہ اے محمد یہ صحیح تقسیم نہیں ہے اللہ سے ڈرو اور انصاف سے کام لو۔

اعتدال اور حق کے قبول کرنے کے سلسلے میں سب سے پہلا انحراف اس وقت پیش آیا جب کہ ایک مرتبہ خوارج لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کو مدینہ علم و حکمت کا دروازہ تصور کیا گیا ہے أنکی تقریر سن رہے تھے اور جب وہ سب وہاں سے ہٹے اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ قویصر کس قدر علم و معرفت کا حامل ہے اور لفظ قویصر سے اسنے کافر مراد لیا۔

ہمارے عقائد میں اعتدال و حق پسندی کی گہرائی و گیرائی کا جہاں تک تعلق ہے تو جب ہم اپنے آئمہ کرام کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ ہم اللہ تعالی کو اسکی ذات و صفات میں تجسیم اور تعطیل سے متصف کرنے کے سلسلے میں وسط میں ہیں ۔

اسی طرح ہم انبیاء کرام کے ساتھ عقیدت و محبت میں افراط و تفریط کرنے یا صرف ایک ہی نبی کی نبوت و رسالت کی صداقت اور یقین پر اکتفاء کرنے کے سلسلے میں راہ اعتدال پر گامزن ہیں لہذا تمام انبیاء پر ہمارا ایمان ہے، اسی طرح ہم دنیا و آخرت دونوں زندگیوں کے معاملات کے سلسلے میں بھی معتدل اور متوازن ہیں یہی، وجہ ہے کہ ایمان بالآخرہ دنیوی زندگی میں کسی فریضہ کی ادائیگی میں مانع نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی ذمہ داری کی ادائیگی آخرت کی تیاری میں حائل ہوتی ہے۔ لہذا پورا معاملہ اعتدال اور حق پر ہی قائم ہے، اور ہم لوگ انبیاء و رسل کے معاملے میں (ان لوگوں کے درمیان جنہوں انبیاء کو قتل کیا یا عقیدت و محبت میں انبیاء اللہ کا مقام دیا) راہ اعتدال اور حق پر ہیں۔

ایسا اعتدال جو کہ محض جذبات یا سادہ افکار پر مبنی ہو اور جو یقین پر قائم ہے اصل وہ ہے جو پختہ یقین پر قائم ہو کیونکہ یقین کبھی ڈگمگاتا نہیں ہے۔

Abid Mahmood Qureshi
Director
مدینۃ الترجمۃ
Translation City

عابد محمود قریشی
۸ اکتوبر ۲۰۱۹
لاہور

ایمان و یقین اس حقیقت کو کہتے ہیں جو دل میں راسخ ہوجائے اور عقل بھی اس کا ادراک کرلے لہذا ہمارے نزدیک بھی اعتدال و میانہ روی وہ یقین ہے جو دل میں پختہ ہوجائے۔

ہم اس اعتدال اور حق پر گامزن ہیں جس کا انکار ممکن نہیں بلکہ اس کا انکار کفر ہے یہ اعتدال قرآن پر مبنی ہے لہذا یہ حقیقت از خود واضح ہوجاتی ہے کہ اعتدال محض فکر و نظر کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہے اور جو لوگ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے وہ مسلم نہیں ہوسکتے۔

حق اور اعتدال ہی اصل اسلام کی بنیاد و اساس ہے اور ہم کو سمجھ لینا چاہئے کہ اعتدال ہماری ایسی صفت ہے اور ایسا عقیدہ ہے جس کا انکار کفر ہے اسی لئے اعتدال کی بہت اہمیت ہے چونکہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مزاحمت انسان کا جائز حق ہے زیادتی اور غیر قانونی قبضہ کی صورت میں مزاحمت کرنا جائز ہے اور جائز ہی نہیں بلکہ بعض حالات میں تو یہ واجب بھی ہوجاتی ہے، یہاں پر ایک نکتہ واضح کرنا ضروری ہیکہ مزاحمت غصہ اتارنے کا نام نہیں بلکہ یہ ایسا طریقہ ہے جس سے اللہ کا قرب حاصل کرسکیں اور شریعت میں اس کے بعض احکامات بھی ہیں۔

اسی ضمن میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص جنگ کرتا ہے شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کرنے کیلئے اور دوسرا اپنی غیرت اور حمیت کی وجہ سے اور ایک شخص شہرت و ناموری کیلئے تو ان میں کون شخص اللہ کے راستہ میں سمجھا جائے گا، تو آپ نے فرمایا جو اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے جنگ و جہاد کرتا ہے وہ سب سے افضل ہے اور اللہ کے راستہ میں جہاد اور قتال کرنے والا سمجھا جائے گا۔

غور کیجئے! ایک مرتبہ صحابہ کرام نے ایک ایسے شخص کی تعریف کی جس نے ظلم وزیادتی کرنے والے لوگوں سے جنگ کی اور اپنی جان دے دی، اس پر صحابہ کرام نے کہا کہ اسکا نصیبہ جنت ہوگا اس بات کو سنکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید وہ شخص جہنم رسید ہو جائےگا اور آتش اس کا نصیبہ ہوگی کیونکہ اس نے مال غنیمت سے ایک کپڑے کا ٹکڑا چوری کرلیا تھا، اس پر صحابہ کرام نے یہ کہتے ہوئے اپنے تعجب کا اظہار کیا کہ ایسا شخص جس نے اپنی جان اور روح کو جہاد میں نچھاور کودیا اس کو مال غنیمت میں سے کپڑے کا ایک ٹکڑا چوری کرنے پر جہنم کی آگ میں جانا پڑے گا، ہاں ایسا ہی ہے کیونکہ مسئلہ حق پر مضبوطی پر قائم رہنے کا ہے، مسئلہ اللہ کی عبادت و پرستش اور حکم بجاآوری کا ہے نہ کہ صرف نفس اور خواہشات کا بندہ رہنے کا ہے۔

یہاں ایک اور واقعہ قابل ذکر ہے کہ وہ یہ کہ ایک صحابی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میں نے کسی دشمن اسلام سے قتال کیا جس نے ہم پر زیادتی کی ہو یا میں اللہ کے کسی دشمن سے برسرپیکار ہوا اور اس نے میرے ہاتھ کاٹ دیا، پھر اچانک میرے اور اس کے درمیان ایک درخت حائل

عابد محمود قریشی
۸ اکتوبر ۲۰۰۹
لاہور

Abid Mahmood Qureshi
Director
مدینۃ الترجمۃ
Translation City

ہوجاتا ہے اور وہ کلمہ شہادت کو پڑھ کر اس کا اقرار کرلیتا ہے تو کیا میں اس کے بعد بھی اس شخص کو قتل کروں جس نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے؟ یہاں پر اصل نکتہ یہ ہے کہ میں یہاں نہایت غصہ میں ہوں کیونکہ میرا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے اس سے خون بہہ رہا ہے اور اس میں تکلیف ہے اور اب میں انتقام لینا چاہتا ہوں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب اگر تم نے اسکو قتل کیا تو تم اس جگہ پر ہوگے جہاں وہ کلمہ شہادت کے اقرار سے قبل ہوتا اور وہ تمہارے اس مقام پر ہوگا جہاں تم اس کو قتل کرنے سے قبل ہوتے۔

یہ ہے ہمارا دین اسلام، جہاں معاملہ اس اللہ کے ساتھ پیش آتا ہے جو دلوں کے حالات کو جانتا ہے اور معاملہ اعتدال و حق پسندی اور اس کے عقیدہ کا ہے، اعتدال اور حق پسندی کا یقین معاملات میں ظاہر ہوتا ہے، اور اعتدال کے موقف پر ثابت قدم رہنا ان لوگوں پر نہایت مشکل ہوتا جن کا اس پر عقیدہ نہیں اور انکے دل میں اعتدال کا یقین پختہ نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے یورپ اور مغرب ومشرق اور بلاد عرب میں دیکھا ہے کہ مزاحمت کے نام پر لوگوں نے ہر چیز کو جائز سمجھ لیا اور یہ اس دعوے کی بنیاد پر کہ لوگ جدو جہد کے راہ پر گامزن ہیں، لہذا کروڑوں لوگ دوسری عالمی جنگ میں ہلاک کردئے گئے اور اسي طرح یورپ میں بھي بڑی تعداد میں قتل عام ھوا ۔

ان حالات کا جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہم کو اعتدال و حق پسندی کا موقف اختیار کرنے کی ضرورت ہے، کیونکة یہ ایک قابل یقین منہج ہے جو دل میں راسخ ہوجائے، حتی کہ انسان کو غصہ آئے تو اس کا یقین جو اس کے دل میں ہو ظاہر ہو، اور وہ صرف اس لئے کہ ہم انسان ہیں لیکن جب یہ موقف ایمان و یقین اور عقیدہ پر مبنی ہو تو اس میں کوئی کمزوری نہیں آتی۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج اعتدال و میانہ روی کہاں ہے؟ شاید اس کا جواب ہوگا کہ یہ ہمارے عقائد اور ایمان کے ساتھ ہی غائب ہوگئ ہے ۔

لہذا آج ہمکو طرح طرح کے مسائل درپیش ہیں، ہمارے حقوق سلب کرلئے گئے اور ہماری زمینوں پر قبضہ کرلیا گیا اور ہر ذرائع ابلاغ کی ہر خبر ہمارے لوگوں کے کے ساتھ ظلم و زیادتی اور ان کے قتل سے بھری پڑی ہے اور ہر روز اس قدر ہمارا خون بہایا جاتا ہے کہ ہم اسطرح کے مناظر کو دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں، لہذا اگر ایک شخص دوسرے سے کہتا کہ یہ دیکھو مظلوموں کو قتل کردیا گیا ہے یہ فلسطین کے مظلوم لوگ ہیں، یہ عراق کے مظلوم ہیں، تو دوسرا کہتا ہے کہ یہ سب چیزیں قدیم ہیں کوئی نئی چیز بتاؤ۔

علاوہ ازیں ہم روزانہ قوموں کے درمیان اپنی عاجزی اور بےبسی کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور افسوس اس بات کا کہ میں اکثر اپنی تقریروں میں اس بات کا بار بار ذکر کرتا ہوں، یہاں عاجزی کی بعض مثالیں آپ کے سامنے ہیں وہ یه کہ ہمارے یہ عمامے اور دستاریں جن کو ہم اپنے نبی کی مشابہت اختیار کرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں یہ دوسرے ممالک سے لائے جاتے ہیں اور ہم ان چیزوں کو نہیں بناتے ہیں، حتی کہ ہمارے لئے کھانے کا سامان بھی دوسرے ممالک سے منگایا جاتا ہے جبکہ ہمارے پاس قابل زراعت زمینیں ہیں، اور اسی طرح ہر چیز حتی کہ سوئی سے جہاز تک اور ہر

Abid Mahmood Qureshi
Director
مدینۃ الترجمۃ
Translation City

۸ اکتوبر ۲۰۰۶ء
لاہور

چیز میں ہم دوسری قوموں پر منحصر ہیں یہ تمام دقتیں ہم جھیل رہے ہیں باوجود اس کے دین اسلام زندگی کی ضروریات کے حساب سے ہر طرح کی ترقی اور کامیابی کا زینہ ہے۔

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کتنے مسلم نوجوان برطانیہ میں ایسے ہیں جو حکومت کے مالی تعاون پر منحصر ہیں اور اسی سے اپنی زندگی بسر کررہے ہیں جبکہ وہ حلال روزی حاصل کرنے کی پوری طاقت رکھتے ہیں، اور اس طرح کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہیں، اس سے بھی آگے بڑھ کر آج ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو حکومت کے اس مالی تعاون کو حاصل کرنے کیلئے جھوٹ بولتے ہیں اور بڑی بات یہ بھی ہے کہ ہمارے پاس اسکے جواز کے راستے بھی موجود رہتے ہیں لہذا بعض کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی مال ہے جو سامراجیت چورا لائی ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ کفار ہیں اور اس طرح لینا حلال ہیں، اور جبکہ بعض یہ کہتے ہیں کہ ہم صومال سے ہیں اور ان لوگوں نے ہمارے ملک کو برباد کردیا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ ہم کوسوفو سے ہیں غرضیکہ ہر ایک کے پاس جواز کی شکلیں موجود ہیں لیکن میرا ایک سوال ہے۔

کیا ہمارے عقائد اور ایمان میں جھوٹ بولنا یا اس کا سہارا لینا جائز ہے؟ جب کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے {انما یفتری الکذب اللذین لا یؤمنون}۔

برطانیہ کے اندر مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ برطانیہ کی حکومت نے جو عراق کی جنگ میں جو حصہ لیا وہ ایک جرم ہے، کیونکہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا برطانیہ میں معصوم لوگوں کا قتل کرنا جائز ہوسکتا ہے؟

بیشک عراق کی جنگ میں شرکت کرنا جرم ہے اور آپ تمام کو معلوم ہے کہ برطانیہ ہی وہ تنہا ملک ہے جس کے کروڑوں باشندوں نے اس جنگ کی مذمت کی ہے۔

اہل حق اور اعتدال پسند لوگوں کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جسکا ذکر چین کی فتوحات کی تاریخ میں آتا ہے کہ جب چین پر مسلمانوں نے چڑھائی کی اور اس کا محصرہ کرلیا اور یہ محاصرہ اتنا طویل ہوا کہ وہاں کے باشندگان پریشان ہوگئے اور قلعہ سے نکل کر سپر ڈالنے کا فیصلہ کرلیا اور مسلمانوں کو کہلا بھیجا کہ مسلم فوج جب بھی کہیں حملہ آور ہوتی ہے تو مقابل فوج کو دو اختیار دیتی ہے اول یہ کہ آیا وہ اسلام قبول کرلیں یا تو جزیہ دینے پر راضی ہوجائیں اور آپ لو گوں نے ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں کہا لہذا ہمارا حق ہے کہ آپ ہمارے ملک سے واپس چلے جائیں، اور پھر ان لوگوں نے اس سلسلے میں ایک مقدمہ مسلم قاضی کے پاس درج کرا دیا، تو اس پر مسلم قاضی نے غیر مسلم فوج کے حق میں فیصلہ کیا کہ مسلم فوج اس علاقہ سے واپس چلی جائے، اور مسلم فوج نے بھی اس فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کردیا کیونکہ یہ لوگ حق و اعتدال پسند اور ذمہ دار تھے، اس سے بڑھکر یہ کہ یہ اصل دین کے حامل تھے لہذا ہمارے لئے بھی غور کرنے کا مقام ہے کہ ہم اس فیصلے پر غور کریں کیونکہ مسلم فوج بڑی مشقت اٹھانے کے بعد اور جب کہ کامرانی آنکھوں کے سامنے نظر آرہی تھی اس وقت پیچھے ہٹ گئی تھی، ہم کو بھی اس پر غور کرنا چاہئے کیونکہ ہم بھی اہل حق اور متوازن قوم ہیں۔

Abid Mahmood Qureshi
Director
مدینۃ الترجمۃ
Translation City

محمود قریشی
۸/اکتوبر ۲۰۰۹
لاہور

ایسا ہی ایک اور واقعہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں انگریزوں کی طرف ایک فوج روانہ کی اس فوج نے انگریزوں کے قلع کا محاصرہ کرلیا جو مسلمانوں پر زیادتی کرتی تھی اور جب محاصرہ شدید ہوا تو انگریزوں نے مسلم فوج میں موجود ایک انگریز مسلم جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور انکو آزاد کردیا گیا تھا ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو اس انگریز مسلم نے ایک کاغذ پر عہد امان لکھ کر قلع میں تیر سے پھینک دیا اس کے بعد انگریزوں نے قلع کا دروازہ کھول دیا، اس پر مسلم فوج جس نے قلع کا محاصرہ کر رکھا تھا انکو بہت تعجب ہوا، اسکے بعد انگریزوں کا ایک وفد مسلم فوج سے ملا اور اس نے کہا کہ ہمارے پاس آپ میں سے ہی ایک مسلم کا عہد امان ہے لہذا ہمارے لئے امان لکھ دیجئے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہماری شریعت میں ہے کہ اگر کسی مسلم نے امان دینے کا عہد کرلیا ہے تو تمام مسلمانوں کو اس عہد امان کا پاس لحاظ رکھنا ضروری ہے اور یہ کہ ہر مسلم کو یہ حق ہے وہ کسی کو بھی امان دے سکتا ہے حتی کہ دشمن کو بھی بشرطیکہ اس نے پہلے کوئی خیانت نہ کی ہو اور تمام مسلمانوں کو اس عہد امان لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

بہرحال مسلم فوج نے دیکھا اب جب کہ ہم اپنے محاصرہ میں کامیاب ہیں اور دشمن زیر ہورہے ہیں ایسے میں دشمن کا ایک شخص جوکہ مسلم ہوگیا ہے اس نے دشمنوں کو امان دینے کا عہد کرلیا ہے تو ان مسلم فوج نے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ صورتحال لکھ بھیجی تو جواب میں حضرت عمر نے فرمایا کہ ہر مسلم کے عہدِ امان کا لحاظ رکھنا تمام مسلمانوں کیلئے ضروری ہے اور اس کے جان و مال کی حفاظت کرنا ضروری ہے، لہذا تم لوگ اس قلعہ کو چھوڑ دو اور واپس آجاؤ۔

یہی ہیں وہ اصول و ضوابط جو امت مسلمہ کی فتح و کامرانی اور ان کے غلبہ و قوت کا راز ہے۔

ہوسکتا ہے کہ ایسے موقع پر بعض سامعین کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ آج اس حالات میں ہم ایسی باتیں کریں تو کیا یہ ہماری کمزوری نہیں سمجھی جائیگی، تو یہاں پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہی امت مسلمہ کی قوت و غلبہ کا راز ہے اور اب اس امت کیلئے وقت آگیا ہے کہ اس قوت کو حاصل کرے کیونکہ یہی وہ حکمت و مصلحت ہے جسکو مسلم کی فطری چیز سمجھی جاتی ہے۔ سمجھا جاتا ہے۔

یہاں پر کون ایسا شخص ہے جو صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں پسند کرتا ہے، جب ہم ان کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات معلوم ہوتی کہ انہوں نے اپنے طبیب خاص کو اپنے مدمقابل دشمن کے علاج کیلئے بھیجا جب وہ بیمار ہوگیا تھا اس حال میں کہ وہ انکی سرزمین پر قابض بھی اور آمنے سامنے برسرپیکار تھا، لیکن جب وہ بیمار ہوگیا تو صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا علاج کرنے کیلئے بھیج دیا تھا، کون ہے جو اس عمل کو پسند نہیں کرے گا اور کیا ہم اپنے قائد کے اس عمل پر فخر نہیں کریں گے، کیا آپ لوگوں کو اس پر فخر نہ ہوگا ایک مسلم قائد جس نے بیت المقدس کو فتح کیا اس نے یہ معاملہ ایسے شخص کے ساتھ کیا جو اس سے برسرپیکار تھا، ضرور فخر کریں گے لیکن یہاں ایک سوال بھی پیدا ہوتا ہے اگر مجھ سے ایسا

Abid Mahmood
Translation City
۱۸ اکتوبر ۲۰۰۹
لاہور

عمل کرنے کا مطالبہ ہو تو میں اس کو انجام دوں یا انکاد کردوں اور کیا اس عمل کو میں کمزوری تصور کرونگا، یہی سوچ وہ فرق پیدا کرتی ہے جو ان لوگوں کے درمیان دیکھنے کو ملتی ہے جن کی اللہ مدد کرتا ہے اور جن کو اللہ تعالٰی ان کے حوالے کردیتا ہے۔

لہذا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہم کو حق واعتدال کی راہ اختیار کرنا نہایت ضروری ہے، لیکن شدت پسندی کے مقابلے میں اعتدال کی راہ اختیار کرنا آسان نہ ہوگا ، کیونکہ ممکن ہے کہ شدت پسند جاہل ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ شدت پسند کے پاس اخلاق نام کی کوئی چیز نہ ہو، اور شدت پسند کسی ایسی چیز کا پابند نہیں ہوسکتا جو خواہش کے موافق نہ ہو بلکہ وہ خواہشات نفس کے موافق چیزوں کو ہی پسند کرتا ہے، جبکہ حق و اعتدال کو ایسے علم کی ضرورت ہوتی ہے جس کی آج ہم کو ضرورت ہے اور حق و اعتدال کو مجاہدۂ نفس کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی طرحِ اعتدال اس چیز کا مطالبہ کرتا ہے کہ خواہشات کے موافق قیمتی چیز کو بھی ترک کردیا جائے کیونکہ حق و اعتدال ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اور انکا پیش کردہ نمونہ ہے اور ہمارے لئے انکا ایک نمونہ ہے، لہذا تقریر کے اختتام پر میں اہل قلم سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس بات کو لکھ لیں کہ اج اپنے نوجوان مرد اور عورتوں کیلئے تعلیم کا ایسا منہج اور طریقہ اختیار کریں جس کے ذریعے سے دین کو سمجھا جاسکے۔ اور یہ طریقہ و منہج علم و تربیت، تزکیہ نفس اور روایۃ اور درایۃ نور نبوت سے ملا ہوا، اور ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے دین کو سیکھیں اور ہمیں اپنا دین اخبار و میگزین اور ذرائع ابلاغ کے نشریات سے نہیں سیکھنا چاہئے بلکہ ضروری ہے کہ ہم اپنا دین صحیح اور علمی طریقے سے سیکھیں ہمکو علم سیکھنے کی ضرورت ہے اور ایک دوسری زندگی کی ضرورت جو اخلاص و نیت اور اللہ فی اللہ پر مبنی ہو نہ کہ شہرت و ناموری، قیادت و امامت پر مبنی ہو اور ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اس علم کو ان حقوق کے ذریعہ سے منطبق کریں جو ہم پر ہیں اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے سے پہلے، اور حقوق کے سلسلے میں جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں اپنے حقوق کی تلاش ہے حالانکہ ہونا یہ چاہئے دوسروں کے حقوق کو ادا کرنے کی فکر زیادہ ہو باین طور کہ مرد یہ دیکھے کہ اس پر اسکی عورت کے کیا حقوق ہیں اور عورت یہ دیکھے کہ اس پر اس کے شوہر کے کیا حقوق ہیں اور باپ یہ دیکھے کہ اس پر اس کے بیٹے کا کیا حقوق ہیں اور اگر آپ پڑوسی ہیں تو دیکھیں کہ آپ پر آپکے مسلم یا غیر مسلم پڑوسی کا کیا حق، اگر آپ پارٹنر ہیں تو آپ پر آپ کے پارٹنر کا کیا حق ہے، اور آپ ملک کا ایک حصہ ہیں تو آپ پر ملک کا کیا حق ہے، آپ قوم کا ایک جزء ہیں تو آپ پر قوم کا کیا حق ہے، اور یہ کہ ہم انسان ہیں تو ہم پر انسانوں کے کیا حقوق ہیں، ہم زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں تو ہم پر زمین پر موجود تمام مخلوقات کے کیا حقوق ہیں، لہذا ہم پر یہ ضروری ہے کہ ہم غور کریں کہ ہم پر کیا دوسروں کے کیا حقوق ہیں تاکہ ہم اس کو پورا کریں۔

آج اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم عورتوں سے مخاطب ہوں کیونکہ سماج میں انکی ضرورت ہیکہ وہ ایک اہم رول ادا کریں اور اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ مرد یہ سمجھ لیں کہ سماج عورتوں کے بغیر ایک معتدل سماج نہیں ہوسکتا، لہذا آپ

Abid Mahmood
Translation City

کیسی بھی عورت ہوں اور کسی بھی حال میں ہو آپ پر اہم ذمہ داریاں ہیں کیونکہ آپ اگر چھوٹی ہیں تو آپ ہمارے لئے ہماری ماں حضرت عائشہ رضي الله عنها کے مانند ہیں جو کمسن تھیں جب الله کے رسول صلی الله علیہ وسلم نے آپ سے شادی کی، اگر آپ عمر دراز ہیں تو آپ ہماری ماں حضرت سودہ رضي الله عنها کے مانند ہیں، اگر آپ بیوہ ہیں تو آپ ہماری ماں حضرت ام سلمہ رضي الله عنها کی طرح ہیں، اگر آپ مطلقہ ہیں تو ہماری ماں حضرت حفصہ رضي الله عنها کے مثل ہیں، اگر آپ مسلم نہیں بلکہ آپ عیسائی تو ہماری ماں حضرت ماریہ رضي الله عنها کے مانند ہیں، اگر آپ یہودی تھیں اور اسلام قبول کرلیا تو آپ بھی ہماری ماں حضرت صفیہ رضي الله عنها کے مانند ہیں، اگر آپ تاجر ہیں اور آپ کے پاس مال و دولت ہے تو ہماری ماں حضرت خدیجہ رضي الله عنها کے مانند ہیں اور اگر آپ نہایت سخی اور کشادہ دل ہیں تو آپ ہماری ماں حضرت زینب رضي الله عنها کی طرح ہیں۔

الغرض رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہم آپ کا احترام کریں کیونکہ آپ صلی الله علیہ وسلم نے مختلف عورتوں سے ان کے مختلف حالات اور مسائل کی وجہ سے شادی کی ہے نہ کہ خواہشات نفس کیلئے، ورنہ وہ اس زمانہ کی سب سے خوبصورت عورت سے شادی کرتے، لیکن انہوں نے اتنی بڑی تعداد کو اپنی زوجیت میں رکھا تاکہ ہم کو یہ تعلیم دیں کہ عورت کسی بھی حال میں ہو اس کو حقیر سمجھنا جائز نہیں۔

لہذا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ عورت کو اپنے اس مقام کو غنیمت سمجھنا چاہئے تو یہاں اعتدال اور حق پسندی کا رول مراد ہے کیونکہ آپ پر ذمہ داریاں ہیں جیسے آپ کو ادا کرنا ہے تو یہاں ہمیں چاہئے کہ ہم عورتوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کے حالات کو چھوڑ نہ دیں۔ بلکہ ہمیں چاہئے کہ ہم اس بات کو قبول کریں کہ ہم مرد ہیں اور یہ بھی تسلیم کریں کہ آج ہمارے سماج میں طرح طرح کی ظلم و زیادتیاں دین اور اسلام کے نام سے کی جاتی ہیں جبکہ ہمارا دین ان تمام چیزوں سے پاکیزہ ہے، اور عورتوں کو چاہئے کہ وہ کسی طرح کی ظلم و زیادتی کو قبول نہ کریں اور یہ کہ وہ آزادی کے نام پر ایسی دعوت کو قبول نہ کریں جو عورت کو الله تعالی کی طرف سے دی گئی عزت وکرامت نفس کو پامال کردے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ تم عورتوں کو سامان تجارت کے فروغ کیلئے استعمال کیا جائے لہذا تم کسی کار کے سامنے اپنے نیم عریاں جسم کے ذریعہ سے کار کی تجارت کو فروغ دو، ہم چاہتے ہیں کہ تم عقل سے کام لو اور غور کرو اور اپنی شخصیت کا احترام کرو اور ہم آج اس چیز کو چاہتے ہیں جس کی زمانے کو ضرورت اور وہ چیز زمانے کے پاس نہیں ہے پھر بھی زمانہ اس کو محسوس نہیں کررہا ہے۔

خلاصۃ کلام یہ کہ ہم اس مجلس کے ختم ہونے کے بعد جب یہاں سے ہٹیں تو ہم میں سے ہر ایک یہ محسوس کرے کہ ہم پر کچھ ذمہ داریاں ہیں، اور آپ لوگ اس ملک کے ہیں اور اس ملک کے جزء ہیں لہذا ہم چاہتے ہیں کہ یہ جزء اس ملک کی اصلاح و تعمیر میں اور اس ملک مسائل کو حل کرنے میں اپنا رول ادا کرے تاکہ اسلام کو پیش کیا جاسکے، آپ لوگ مسجدوں کو آباد کرو، اور اگر آپ لوگ دیکھیں ایسے لوگوں کو

Abid Mahmood
Translation City
۱۸ اکتوبر ۲۰۰۹

جو آپ کے درمیان اسلام کے نام پر تخریب کاری کا کام انجام دے رہے ہیں تو کھیں کہ ہم وہ لوگ ہیں جو اس کا انکار کرتے ہیں اور اگر آپ لوگ اپنے کو اس حال میں پائیں کہ اسکی اصلاح کرنے سے عاجز ہیں تو چاہئے کہ رات کی تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھیں اور اللہ کے سامنے سرنگوں ہوں اور اس کے سامنے گریہ وزاری کریں اور یہ اعتراف کریں کہ ہم عاجز ہیں اور اللہ کے محتاج ہیں، تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالی کس طرح سے اپنی قدرت کے ذریعہ آپ کی مدد کرتا ہے۔

اللہ تعالی سے ہم دعاگو ہیں کہ وہ تمام چیزوں کا حل عطا کرے اور اپنی توفیق سے نوازے وہ بہتر ولی ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔

تقریر: سید حبیب علي الجعفري .

Translation City